پیغامِ سیرت!

مصائب و آلام میں اسوۂ حسنہ

دورِ حاضر کے تناظر میں

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم – اما بعد!

آج کل کا دور مشکلات و مصائب کا دور ہے، اس وقت معاشی بدحالی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے، امن و امان کی صورتِ حال بھی چنداں اطمینان بخش نہیں، سیاسی حالات دگرگوں ہیں، معاشرتی اقدار شکست و ریخت اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں، بین الاقوامی تناظر میں دیکھا جائے تو پوری امتِ مسلمہ پر ایک جمود کی سی کیفیت طاری ہے، من حیث المجموع پوری امتِ مسلمہ طرح طرح کے مصائب و آلام کی شکار ہے، انفرادی طور پر بھی امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا بہت بڑا حصہ مشکلات و مسائل سے نبرد آزما ہے، یہ صورتِ حال اس حد تک سنگین ہو چکی ہے کہ ایک بہت بڑا طبقہ آبادی مکمل مایوسی کا شکار ہو گیا ہے، اس کی امیدِ زیست تک ٹوٹ چکی ہے، وہ زندگی سے راہِ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی بھلائی اور کامیابی کی صورت نہیں دیکھتا اور بالآخر وہ مجبور ہو کر خودکشی کر لیتا ہے، خودکشی جس کی شرح مسلمانوں میں ہمیشہ نہ ہونے کے برابر رہی، اب مسلمانوں میں بتدریج بڑھ رہی ہے، اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، یہ صورتحال قطعاً اطمینان بخش نہیں بلکہ ایک بہت بڑے خطرے کی گھنٹی ہے۔ جو ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے اور قدرت کی طرف سے تنبیہ بھی ہے، تاکہ ہم اپنے حالات و معاملات پر توجہ کریں اور خامیوں پر نظر رکھ کر برائیوں کا سدباب کرتے ہوئے انہیں درست کرنے کی کوشش کریں۔(۱)

۱۔ خودکشی کے حوالے سے ایک اہم مضمون زیرِ نظر اشاعت میں بھی شامل ہے، ملاحظہ کیجئے، خودکشی اور اس کے اسباب/مولانا مفتی عبدالاحد

جیسا کہ سطورِ بالا میں تحریر ہوا کہ ہماری موجودہ مشکلات، مصائب، مسائل اور آلام مختلف النوع ہیں، ذیل میں اسوۂ حسنہ اور سنتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے ان مصائب و مشکلات کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

معاشی مشکلات

آج کا سب سے اہم مسئلہ معاشی ہے، یوں تو پوری دنیا ہی میں معاشی بدحالی ہے، اور آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ انتہائی غربت کی زندگی گزار رہا ہے، اور متوسط طبقے کا بھی یہ حال ہے کہ انہیں اپنی سفید پوشی قائم رکھنے کے لئے سخت اور جاں گسل محنت کرنی پڑتی ہے اور ان کی روزمرہ زندگی کا اہم ترین حصہ معاشی تگ و دو میں صرف ہو جاتا ہے، یوں وہ اپنی ضروریات تو جیسے تیسے پوری کر رہا ہے، اس نے معیارِ زندگی کو بھی ایک حد تک برقرار رکھا ہے، لیکن سکون و اطمینان اسے بھی حاصل نہیں، اس کا ایک اہم سبب تو اسبابِ عیش پر بہت زیادہ انحصار اور انہیں مقصودِ حیات بنا لینا ہے، ایسی بہت سی چیزیں ہیں جنہیں ہم نے ضروری سمجھ لیا ہے، حالانکہ وہ یا تو قطعاً غیر ضروری ہیں یا پھر ان کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے، پس پرسکون زندگی گزارنے کے لئے آدمی میں قناعت اور سادگی کا ہونا ضروری ہے اور قناعت آدمی میں اس وقت آئے گی جب وہ اپنے سے کمتر لوگوں پر نظر کرے گا۔ سادگی یا سادہ زندگی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے وسائل کے اندر رہ کر اپنی زندگی گزارے اور کھانے پینے، رہنے سہنے، لباس اور برت برتاؤ میں اعتدال پر رہے۔ اپنے تمام امور میں بے جا تکلفات، دکھاوے اور ریا سے کامل اجتناب کرے۔ بخل اور تنگی سے زندگی گزارنے کا نام سادگی نہیں بلکہ بخل اور فضول خرچی سے اجتناب کرتے ہوئے زندگی کے ہر شعبے میں میانہ روی اختیار کرنے کا نام سادگی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا،

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ (۱)

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ ہی تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ ان دونوں کے درمیان اعتدال کے ساتھ ہوتا ہے۔

خرچ کرنے میں حد سے تجاوز کرنا اسراف ہے یہاں تک کہ فضول خرچی میں داخل ہو جائے

۱۔ سورۃ الفرقان، آیت ۶۷

اور تنگی سے خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ خرچ کرنا ضروری ہو وہاں خرچ نہ کیا جائے۔پس جب آدمی فضول خرچی اور کنجوسی کو ترک کرکے اعتدال کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، اپنے وسائل کے مطابق خرچ کرتا اور اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلاتا ہے تو اس کا طرزِ زندگی نہایت سادہ اور پسندیدہ ہو جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔"وہ شخص کامیاب ہوگیا جو اسلام لایا اور گزارہ وقات کے مطابق اسے رزق مل گیا اور اللہ نے اسے قناعت کی دولت سے نوازا۔"(۱)

قناعت کے باوجود بھی بہت سے مرحلے انسانی زندگی میں ایسے آتے ہیں جب ضروریاتِ زندگی بھی پوری طرح میسر نہیں ہوتیں، یہ صورتِ حال خواہ کتنی ہی سنگین کیوں نہ ہو مگر اس اعتبار سے غیر معمولی نہیں کہ اس سے بہت سے لوگ دوچار رہوتے ہیں، اور پھر کامیاب وہی کہلاتے ہیں جو ایسے حالات میں صبر و استقامت کا دامن چھوٹنے نہیں دیتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات نے اس سلسلے میں بھی اپنی امت کے لئے بہترین نمونہ عمل چھوڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی اور فقر و فاقے کی حالت میں نہایت صبر و شکر سے اپنے فرائضِ منصبی ادا کئے، آپ ﷺ کے گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا، عموماً رات کو سارا گھر بھوکا سوتا تھا، کیونکہ رات کا کھانا میسر نہیں ہوتا تھا۔(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران وفات تک کبھی دو وقت سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی۔(۳) آپ ﷺ کا کبھی جوڑا تہہ کرکے نہیں رکھا گیا، کیونکہ دوسرا جوڑا آپ ﷺ کا ہوتا ہی نہیں تھا جو تہہ کرکے رکھا جاتا۔(۴) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، اور نہ اس حالت کی کبھی کسی سے کوئی شکایت کی نہ کسی کو بتایا، آپ ﷺ کو فاقے کرنا غنا سے زیادہ پسند تھا۔(۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا، ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے پیشکش کی کہ (اگر میں چاہوں تو) میرے لئے پورے بطحائے مکہ کو سونے کا بنا دیا جائے، مگر میں نے کہا نہیں، میرے رب! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن میں سیر ہوں اور ایک دن بھوکا رہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی! اور فرمایا کہ جب بھوک لگے تو تیرے سامنے

۱۔مسلم/ الصحیح / دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۹۸ء/ کتاب الزھد، باب فی الکفاف والقناعہ، ابن ماجہ فی الزھد باب القناعۃ، ۲۔ترمذی، باب معیشۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۳۔قاضی عیاض/ الشفا/ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر/ ج ا/ص ۸۲، ۳۔ایضاً، ۴۔ایضاً، ۵۔ایضاً ص ۸۳، ۸۴،

روؤں، گڑگڑاؤں، اور تجھے یاد کروں اور جب سیر ہوں تو تیرا شکر ادا کروں، اور تیری حمد کروں۔ (۱)

ایک مسلمان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی اسوہ قابلِ عمل نہیں ہوسکتا، قرآن حکیم نے اسے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ (۲) لہٰذا ہمیں جہاں ایک جانب اپنی معاشی مشکلات کے حل کے لئے کوششیں کرنی چاہئیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے، وہیں صبر ورضا کے ساتھ اس ابتلا کو گزارنا چاہئے، کیونکہ مشکلات کا دور خواہ کسی قدر طویل کیوں نہ ہو، اسے آخر ختم ہونا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے،

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ○ (۳)

سوالبتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

عادت اللہ یہی ہے کہ جو شخص مصائب اور سختی پر صبر کرے اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھے اور ہر طرف سے ٹوٹ کر اسی سے لو لگائے اور اسی کے فضل و رحمت کا امیدوار رہے اور کامیابی میں دیر ہونے سے ناامید نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے حق میں آسانی کر دے گا۔ ایک طرح کی نہیں کئی طرح کی۔ (۴)

حضرت حسن بصری کی مرسل روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کرام کے پاس بہت مسرور اور خوش خوش تشریف لائے، آپ مسکرا رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا،

لن یغلب عسر یسرین۔ (۵)

ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی۔

معاشرتی مشکلات

آج ہماری معاشرتی اقدار بھی روبہ زوال ہیں، اور مسلسل شکست و ریخت سے دوچار ہیں، یہ بات بھی بہت بڑے طبقے میں مایوسی کو جنم دے رہی ہے، حالانکہ داعی کے لئے تو یہ بات مہمیز کا کام دیتی ہے، اور دعوت وامر معروف و نہی منکر کا فریضہ پوری امت پر عائد ہے، ان کے مناصب اور فرائض کے مطابق، ایسے میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا مطالعہ کریں تو ہمارے لئے اس میں کافی سامانِ ہدایت

۱۔ سورۂ احزاب آیت ۲۱، ۲۔ ترمذی/ السنن/ دار الفکر، بیروت، ج ۴/ص ۱۵۵، رقم ۲۳۵۴، ۳۔ سورۂ الانشراح، آیت ۵، ۶، ۴۔ تفسیر عثمانی، ص ۸۲۴، ج ۲، دار الاشاعت کراچی، ۵۔ حاکم/ المستدرک/ دار الکتب العلمیہ بیروت/ ج ۲/ص ۵۷۵، رقم ۳۹۵۰،

موجود ہے، آج ہمارے معاشرے میں لاکھ برائیاں سہی لیکن الحمد للہ ایمانی رمق موجود ہے اور اکثر و بیشتر اس کے مظاہر سامنے بھی آتے رہتے ہیں، جبکہ اس کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس معاشرے میں فریضۂ دعوت ادا کیا اس کا کیا حال تھا؟ مختصر کہا جائے تو وہ ہر اخلاقی، اعتقادی، مذہبی، سماجی، معاشی، اور معاشرتی برائی کی اماجگاہ تھا۔(۱) ان حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مثالی معاشرہ تشکیل دیا جس کی مثالیں صرف مسلمان نہیں غیر مسلم بھی دینے پر مجبور ہیں، اور صحیح یہ ہے اور ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اس سے بہتر مثال تلاش بھی نہیں کی جا سکتی، سو اس اسوۂ حسنہ کی موجودگی میں ہمارے لئے مایوس ہونا یا موجودہ صورتِ حال سے متاثر ہو کر ہمت ہار بیٹھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ ایک ایسے معاشرے میں جہاں شاعر یہ کہتے ہوئے بھی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا تھا کہ:

واحیانا علی بکر اخینا   اذا مالم نجد الا اخانا۔ (۲)

اگر کبھی ہمیں قتل و قتال کے لئے کوئی حریف قبیلہ نہیں ملتا تو ہم اپنے برادر (وحلیف) قبیلے پر ہی حملہ کر دیتے ہیں۔

اور یہ فقط شاعرانہ تخیل اور خیالات کی بلند پروازی ہی نہ تھی، تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جو شاعر کے اس مزاج کے عکاس ہیں، سو ایسے معاشرے کو باہم شیر و شکر کر دینا کوئی معمولی کام نہیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہونے کا شرف پانے والے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ ان اوصافِ حمیدہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں، اور نا مساعد حالات سے نہ گھبرانا، مشکل حالات میں بھی امید کی لو روشن رکھنا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے آخرت کی تیاری کرنا بھی انہی تعلیماتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ میں سے ہے۔

سیاسی مشکلات

امورِ ریاست اور معاملاتِ سیاست بھی اس وقت معاشرے میں مایوسی و ذہنی تناؤ کا اہم سبب ہیں، عرصے سے یہ صورتِ حال ہے کہ سیاسی عدمِ استحکام نے انتظامی معاملات بھی درہم برہم کر دیئے ہیں،

۱۔ ملاحظہ کیجئے آلوسی، بلوغ الارب اردو، لاہور ۶۷ء، ج ۳، محمد رابع ندوی/ جزیرۃ العرب، مجلس نشریات، اسلام، کراچی، ص ۱۷۳، احمد حسن زیات/ تاریخ ادب عربی اردو لاہور، ص ۳۹، ۴۲،   ۲۔ دیوان حماسہ، میر محمد کتب خانہ، کراچی۔

جس کی بنا پر عوامی مسائل مزید پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں، یہ دیکھ کر ایک بہت بڑا طبقہ اصلاح احوال کی امیدیں ہی توڑ بیٹھا ہے، جو کوئی مناسب بات نہیں، یہ سب اختلافات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان مشکلات کا سامنا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن مشکلات کا سامنا تھا وہ تین قسم کی تھیں، ۱۔منافقین، ۲۔یہود، ۳۔اور مشرکین مکہ، تینوں جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشیں اور شورشیں جاری تھیں، اور آپ ﷺ نے بیک وقت تینوں محاذوں پر مقابلہ کیا اور جہد مسلسل کے ذریعے حالات کا دھارا اپنے حق میں موڑ لیا، ان رکاوٹوں کو خارجی مسائل کہا جا سکتا ہے، داخلی محاذوں پر جو مسائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درپیش تھے وہ ان کے علاوہ تھے، مثلاً مسلمان ہونے والے قبائل کے آپس کے اختلافات پشت ہا پشت سے چلے آ رہے تھے، انہیں ختم کرنا آسان کام نہ تھا، اور درحقیقت یہ اہم کام وہی ذات کر سکتی تھی جسے نبوت و رسالت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی براہ راست مدد و تائید حاصل ہوتی، اس اختلاف کی سنگینی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے اس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد باری ہے کہ ان مومنوں کے دلوں کو آپس میں الفت سے جوڑنا اللہ ہی کا کام ہے اور اگر آپ اپنے طور پر کام کرنا چاہتے تو زمین کے تمام خزانے صرف کر کے بھی یہ عظیم مقصد حاصل نہیں کر سکتے تھے۔(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جدوجہد بھی ہمارے لئے مثالی نمونۂ عمل ہے، ان حالات کو سامنے رکھیں جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ کیا تو کوئی وجہ نہیں کہ مایوسی ہم سے رخصت نہ ہو جائے، اور ہم مشکلات کو عارضی جانتے ہوئے زیادہ پامردی اور ہمت، صبر و استقلال سے اپنے فرائض انجام نہ دینے لگیں۔

تبلیغ دین میں مشکلات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مشکلات پیش آئیں ان کا آغاز آپ ﷺ کی جانب سے دعوتِ دین و تبلیغ دین شروع کئے جانے سے ہوا۔ آپ ﷺ کو جو تکالیف پہنچائی گئیں ان سے کتب حدیث و سیرت پر ہیں، لیکن ان مصائب و مشکلات کا اندازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قولِ مبارک سے ہوتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔سورۂ انفال، آیت ۶۳، و آل عمران آیت ۱۰۳،

''بلا شبہ اللہ کی راہ میں مجھے جس قدر اذیت دی گئی اتنی کسی کو نہیں دی گئی اور اللہ کی راہ میں مجھے اتنا ڈرایا گیا کہ کسی کو اتنا نہیں ڈرایا گیا''۔(۱) صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اذیتیں نہیں پہنچائی گئیں بلکہ آپ کے قبیلے تک کا مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا گیا اور ہر طرح سے باہر کی دنیا سے ان کا تعلق منقطع کیا گیا۔(۲) مجبور ہو کر مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے تو پہلے تو ان کا پیچھا کیا گیا اور جب انہیں روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو نجاشی تک شکایات لے کر پہنچے اور اس سے مسلمانوں کو اپنے ملک سے بے دخل کرنے کی درخواست کی جو اس نے رد کر دی۔(۳) پھر جب ہجرتِ مدینہ کا حکم آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو بھی آپ کے لئے تبلیغ دین کے لئے میدان ہموار نہ تھا، ایک طرف مشرکین مکہ نے پے در پے متعدد جنگیں مسلط کیں، دوسری جانب یہودیوں اور منافقین نے ان سے ساز باز کر کے انہیں مدینہ منورہ پر حملے کرنے پر اکسایا چنانچہ غزوۂ خندق اسی وجہ سے پیش آیا۔(۴) اور بنی قریظہ کو معاہدے کی خلاف ورزی پر اکسانے میں بھی یہود ہی کا ہاتھ تھا۔(۵) اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ان مسائل و مشکلات سے نبرد آزما رہے مگر آپ کی توجہ ہر وقت تبلیغ دین پر رہی، یہاں تک کہ تھوڑی سی مہلت پاتے ہی آپ ﷺ نے سلاطین و حکمرانوں کو دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ کئے۔(۶) اور انہیں اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی، اسی طرح مشرکین مکہ سمیت متعدد قبائل و آزاد ریاستوں سے معاہدے کئے تا کہ دعوتِ اسلام کی راہ میں کوئی رکاوٹ موجود نہ رہے۔

اوپر بیان ہونے والے واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳/ سالہ دورِ نبوت میں پیش آنے والی مشکلات اور متنوع مسائل کا مختصر سا خاکہ ہے، اس کے باوجود اس سے ہمیں رہنمائی کے لئے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں، جن کا خلاصہ یہی ہے کہ حالات خواہ کوئی نہج اختیار کریں، مشکلات کسی نوع کی

۱۔ابن حجر/ فتح الباری/ قدیمی کتب خانہ، کراچی/ ج ۷، ص ۲۱۰، ۲۔تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے، سید فضل الرحمن/ ہادیٔ اعظم/ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۰ء/ ج ۱/ص ۲۰۴، ۲۰۷، ۳۔ملاحظہ کیجئے ہادیٔ اعظمؐ، ج ۱/ص ۱۸۳، ۱۸۸، نیز احمد/ المسند/ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۹۳ء/ ج ۶/ ص ۳۹۳، ابن ہشام/ السیرۃ النبویہ/ دار المعرفہ، بیروت، ۷۸ء/ ج ۲/ص ۸۷، ۴۔ابن ہشام/ ج ۳/ ص ۲۰۹، ۵۔ایضاً، ہادیٔ اعظمؐ، پہلا ایڈیشن ۹۱ء/ ۵۹۳ تا ۶۰۲، ۶۔ان خطوط کے متون کے لئے ملاحظہ کیجئے ڈاکٹر حمید اللہ/ الوثائق السیاسیہ/ دار النفائس، بیروت، طبع خامسہ ۸۵ء، اور متعلقہ تفاصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر حافظ محمد یونس/ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفارتی نظام/ دار العرفان، راولپنڈی، ۸۶ء۔

ہوں، مصائب وآلام کسی بھی سمت سے سامنے آئیں ایک مسلمان ہونے کے ناتے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے اور اسوۂ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے دنیا میں اپنے بھیجے جانے کے مقصد کی تکمیل کے لئے کوشش جاری رکھنی چاہئے، آج کے حالات میں یہی پیغامِ سیرت ہے، جس پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ مشکلات و مسائل کی گرداب سے نکال کر سکون، عافیت اور دونوں جہانوں کی سلامتی والی زندگی عطا فرمائیں آمین۔

السیرہ کا چوتھا شمارہ رمضان المبارک کے رحمتوں اور برکتوں والے مہینے میں اشاعت کے لئے جارہا ہے، اہل علم، ارباب فضل وکمال، اور باذوق قارئین اس کوشش کو سراہ رہے ہیں، یہ ہماری حوصلہ افزائی کا سبب ہے، لیکن اس سے بڑھ کر اہم چیز ''پیغامِ سیرت'' کا وسیع پیمانے پر ابلاغ ہے، اس تحریک میں ہر ایک کو اپنا فرض ادا کرنا ہوگا، تا کہ اس پر عمل پیرا ہو کر ہم اصلاح دین و دنیا کی منزل پاسکیں، یہ فرض بھی ہے، ضرورت بھی، اور توفیق خداوندی حاصل ہو جائے تو سعادت بھی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح فہم دین نصیب فرمائیں اور عمل صالح کی توفیق ارزانی فرمائیں، آمین!

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین۔

اعلان

یہ خبر علمی حلقوں میں نہایت افسوس اور رنج کے ساتھ سنی گئی کہ معروف محقق، ماہر تعلیم اور مؤرخ جناب پروفیسر سید محمد سلیم انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

پروفیسر سید محمد سلیم رحمۃ اللہ "السیرہ" کی مجلس ادارت کے رکن بھی تھے، ان کی یاد میں ادارہ آئندہ شمارے (شمارہ ۵) میں ایک گوشہ مختص کر رہا ہے، جس میں ان کے نایاب مضامین اور ان کی خدمات سیرت کا تحقیقی جائزہ شامل اشاعت ہوگا ان شاء اللہ العزیز! ادارہ